اپریل 2022

ماہنامہ

سبقِ پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّہ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔

2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تا کہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔

3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔

4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - B / 29) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغْ

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:30 شمارہ:04 رمضان 1443ھ اپریل 2022ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: قصہ بربادئ مسلم ------------------04

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دار السلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

قصۂ بربادیٔ مسلم

......چودھری رحمت علی (مرحوم)

اشاعتِ خاص

(بابائے خلافت' چودھری رحمت علی مرحوم' سابقہ امیر تحریکِ عظمتِ اسلام جو کہ 01 April 2019 کو وفات پا گئے تھے۔ رواں ماہ ان کی تیسری برسی ہے۔ چودھری رحمت علی مرحوم نے اپنی ساری زندگی دینِ اسلام کے نام خالصتاً وقف کی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ نظامِ خلافت کے قیام کی جدوجہد میں گزرا۔ تحریک کے کارکنان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سانس تک بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے صرف اور صرف قیامِ نظامِ خلافت کی جدوجہد کی۔ ربِ کریم سے دعا ہے کہ اللہ پاک ان کی اس کاوش کو اپنی جناب میں قبول ومنظور فرمائے اور اپنی شان کے مطابق ان کے درجات بلند فرمائے۔ چودھری صاحب کی تیسری برسی کے موقع پر ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک یادگار اور قیمتی تحریر پیشِ خدمت ہے۔)

آج کی دنیا میں درج ذیل تین بڑے بڑے نظامِ ہائے زندگی رواں دواں ہیں:

☆ اسلام

☆ مغربی جمہوریت یا نظامِ سرمایہ داری

☆ کمیونزم وسوشلزم یا نظامِ اشتراکیت

گہرائی میں جانے کی ضرورت کیا' اگر سرسری تناظر میں بھی دیکھا جائے تو روزِ روشن کی طرح عیاں کہ مذکورہ تینوں نظام ہائے حیات میں سے جمہوریت اور اشتراکیت تو آج بھی بطور غالب قوت دنیا میں موجود ہیں جب کہ اسلام والے نہ صرف پسپائی کا شکار بلکہ جمہوریت و اشتراکیت کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ ہوسکتا ہے ہمارے اس تجزیے سے کسی کو اختلاف ہو اور وہ

کہے کہ فلاں فلاں ملک میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور فلاں فلاں جگہ پر لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے ہیں لیکن ہماری مراد مردم شماری کے مسلمانوں کی تعداد سے نہیں' سیاسی طور پر امتِ مسلمہ کے دنیا میں بطور غالب قوت نہ ہونے اور سماجی و عسکری طور پر اس کے دبے ہوئے ہونے سے ہے۔ مسلمانوں کی داستاں عروج و زوال کو نہیں سمجھا سکتا جب تک کہ ان برکات کا حوالہ نہ دیا جائے جو دورِ عروج یعنی مسلمانوں کو دورِ خلافتِ راشدہ میں حاصل تھیں اور جن سے دورِ حاضر کے مسلمان محروم ہیں۔ ذیل میں پہلے ہم دورِ خلافتِ راشدہ میں حاصل ہونے والی ان چند برکات کا ذکر کرتے ہیں جنہیں خود قرآنِ مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

1۔غلبۂ دینِ حق

حصولِ غلبۂ دین کے متعلق قرآن میں آیا:

''اے ایمان والو! ان کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے۔''(انفال:39)

ایسا ہی ہوا' عرب کی حد تک تو دینِ حق رسول ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی غالب آ گیا' پھر خلافتِ راشدہ کا دور گو انتہائی مختصر لیکن اس قدر بابرکت کہ اس میں کی گئی محنتوں اور قربانیوں کے صلہ میں اسلام والے دنیا میں کوئی گیارہ سو سال بطور غالب قوت رہے۔ ان کے پائے کی کوئی دوسری طاقت زیرِ آسمان نہ تھی۔

2۔عدل وانصاف

قرآنِ مجید انبیاءؑ و رسلؑ کی بعثت اور تنزیلِ صحائف و میزان کا مقصدِ اولیں عدل وقسط کا قیام بیان کرتا ہے۔ فرمایا گیا:

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں......''(حدید:25)

یہی ہوا' خلافتِ راشدہ کے دور میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہوا تو اس قدر کہ چشمِ فلک نے شاید پہلی دفعہ خود خلیفۂ وقت کو بوقتِ احتساب عدالت کے کٹہرے میں کھڑا دیکھا۔خلیفۃ المسلمین مقتدر تو اس قدر کہ نہ صرف پوری اسلامی دنیا کے وسائل وذرائع اس کے ہاتھ میں مجتمع بلکہ اس کی اطاعت' مشروط سہی' اسی طرح واجب جیسے کہ اللہ ورسولؐ کی (نساء: 59)۔لیکن وہ مجبور تو اس قدر کہ وہی قانون من وعن اس پر لاگو جو مملکت کے عام شہری پر۔

3۔امن وسلامتی

قرآنِ مجید خلافت وغلبۂ دین کا حاصل ہی ''امن'' قرار دیتا ہے۔فرمایا:

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے' ان کے لئے ان کے اس دین کو غالب کرے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے' اور ان کی حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا'' (نور:55)

ایسا ہی ہوا' صرف دورِ خلافتِ راشدہ ہی میں نہیں سالہا سال بعد تک دنیائے اسلام میں وہ صورتِ حال رہی کہ جس کی نبئ کائناتؐ نے ایک دفعہ بشارت دی تو یوں کہ جب وہ دور آئے گا تو ایک عورت صنعاء سے حضرموت تک (ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک سفر کرے گی) لیکن اسے اللہ کے خوف کے علاوہ کوئی دوسرا خوف نہ ہوگا۔صدیوں بعد سندھ کے راجہ داھر نے راہ گزرتی چند مسلمان عورتوں کو قابو کیا تو نہ صرف اس کا قلع قمع کیا گیا بلکہ اسی لمحے ہندوستان کے لئے اسلام کا دروازہ کھل گیا۔

4۔خوشحالی وفارغ البالی

اسلام کی سرشت میں خوشحالی وفارغ البالی پیوست ہے۔چنانچہ اہلِ کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اگر انہوں (اہلِ کتاب) نے توراۃ اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان کے لئے اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے سے بھی ابلتا......'' (مائدہ:66)

ایسا ہی ہوا' دورِ خلافتِ راشدہ اور بعد میں ایک عرصہ تک زکوٰۃ دینے والوں کی تعداد تو بتدریج بڑھتی گئی' زکوٰۃ لینے والے کم ہوتے ہوتے معدوم ہی ہو گئے۔

5۔اتحاد

قرآنِ مجید میں آیا:

''(اللہ) وہی تو ہے جس نے اپنی نصرت سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے۔تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے لیکن وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑ دیئے۔یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے'' (انفال:63)

نظامِ خلافت ہے ہی اتحاد کی اعلیٰ ترین اور فطری صورت' پوری اسلامی دنیا کے ذرائع اور وسائل ایک ہاتھ میں' اس سے بڑھ کر اتحاد کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

6۔نصرتِ ایزدی

سورۂ انفال جو غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی' بھری پڑی ہے ان آیات سے کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے بھرپور انداز میں اپنی اس نصرت کا ذکر فرمایا ہے جس کی بدولت اس دور کے مسلمانوں کو باوجود افرادی وعسکری قوت کی کمی اور مالی وسائل کی قلت کے فتح پر فتح ہوتی چلی گئی۔ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ بطور فریق مسلمانوں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ملاحظہ ہو قرآن:

''پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا (اور مومنوں کے ہاتھ جو اس کام میں استعمال کئے گئے) تو یہ اس لئے

تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش میں کامیابی سے گزار دے' یقیناً اللہ سننے اور جاننے والا ہے''(انفال:17)

یہ فیوض و فوائد مسلمانوں کو اس دور میں حاصل ہوئے جب قرآن و سنت پر مبنی نظام......نظامِ خلافت برپا تھا۔ آئیں' کچھ ذکر ان آثارِ زوال کا بھی ہو جائے جو آج اس لئے نمودار ہیں کہ زیرِ آسمان نظامِ خلافت کہیں برپا نہیں۔ یاد رہے دورِ خلافت نہ ہو تو دورِ جہالت کا دور دورہ ہوتا ہے۔

آثارِ زوال

☆ بین الاقوامی سطح پر اس وقت یو این او یا اقوامِ متحدہ دنیا کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ سلامتی کونسل جو اسی ادارے کا ایک حصہ ہے چند ایک مستقل اور باقی عارضی ممبران پر مشتمل ہے۔ چراغ لیکر ڈھونڈ یئے' آپ کو مستقل ممبران میں نظامِ سرمایہ داری اور سوشلزم کے علم بردار تو مل جائیں گے۔ اگر نہیں ملے گا تو اسلام کا نمائندہ۔

☆ بین الاقوامی منڈی میں کرنسی ڈالر سے وابستہ ہے یا پونڈ سٹرلنگ سے' آپ کسی مسلم ملک کی کرنسی اٹھائے پھریں قابلِ قبول نہیں ہوگی جب تک کہ اس کا موازنہ بین الاقوامی سطح پر قابل قبول کرنسیوں سے نہ ہو۔ یہ حالت باوجود اس حقیقت کے ہے کہ زندگی کے اس موڑ پر دنیا کی بیشتر دولت مسلم ممالک کے پاس ہے۔

☆ بین الاقوامی سطح پر منعقدہ کسی ایک سیمینار کا نام نہیں لیا جا سکتا جس کی کاروائی ایسی زبان میں ہو جو کسی مسلمان ملک کے رہنے والوں کی مادری زبان بھی ہو۔ ہاں ایسے پلیٹ فارموں پر استعمال ہوتا ہے تو ان زبانوں کا جو زیادہ تر نظامِ سرمایہ داری کی علمبردار ہیں یا پھر سوشلزم کی۔ اس وقت جتنے عظیم بین الاقوامی ادارے ہیں ان کے ہیڈ کوارٹرز ان ممالک میں واقع ہیں جو غیر اسلامی نظریات کے حامل ہیں۔ ورلڈ بنک' ایشین ڈویلپمنٹ بنک' آئی ایم ایف' ایف اے او' یونیسکو' یونیسف' ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن میں سے کسی ایک کا ہیڈ کوارٹر کیا کسی مسلم ملک میں واقع ہے؟

جواب یقیناً نفی میں ہے۔

☆ دنیا کی بیشتر قوت ان ممالک میں ہے جو غیر اسلامی نظریات کے حامل ہیں کسی بھی مسلمان ملک کو اسلحے کی ضرورت ہو تو یا اسے ان ممالک سے بھیک مانگنا پڑتی ہے کہ جو سوشلزم کے علمبردار ہیں یا پھر ان سے جہاں سرمایہ داری نظام کا دور دورہ ہے۔ یعنی واقعات کی دنیا میں پوری دنیا کی طاقت انہی دو کیمپوں بالخصوص مغربی ممالک میں مجتمع ہے۔ وہ جس مسلم ملک کی پگڑی اچھالنا چاہیں اچھال دیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ان کا دستِ شفقت ہو تو مسلمان حکمران دو گھڑی کی نیند سو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ تختوں کا الٹانا پلٹانا تو ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

☆ دنیا کی نوے فیصد سے زیادہ صنعت ان ممالک میں ہے جو غیر اسلامی ہیں۔ کسی مسلمان کی کلائی اس وقت تک نہیں سج سکتی جب تک گھڑی ان ممالک سے نہ آئے جہاں غیر اسلامی نظام نافذ ہیں۔ اور مسلمانوں کا کوئی ہوائی اڈہ وجود تک میں نہیں آ سکتا جب تک دساور سے منگوائے ہوئے جیٹ نہ ہوں۔ اور تو اور اگر غیر مسلم ممالک چند پرزوں کی سپلائی روک دیں تو مسلم ممالک کے جس شعبۂ زندگی کو چاہیں چند دنوں میں مفلوج کر دیں۔

☆ دنیا کے مسلمہ تعلیمی ادارے ان ممالک میں واقع ہیں جو غیر اسلامی ہیں۔ وہ چاہیں تو کسی مسلم ممالک کے کسی تعلیمی ادارے کی ڈگری کو شرفِ قبولیت بخشیں' نہ چاہیں تو ایسی تمام ڈگریوں کی حیثیت بے معنی۔ مسلمان ممالک کا وہی ڈاکٹر' انجینئر یا سائنسدان اپنے ساتھیوں میں کلاہِ افتخار بلند کر سکتا ہے جس کی سند پر بیرونی اور غیر مسلم ممالک کی یونیورسٹیوں کی مہر ہو ورنہ کوئی دوسرا آسمان کے ستارے بھی توڑ لائے تو بھی بے وقوف ہی گردانا جائے گا۔ اسی طرح مسلم سربراہان اور صاحبِ ثروت لوگوں کی بیماری رفع ہوتی ہے تو ان ہسپتالوں میں جو غیر مسلم ممالک میں واقع ہیں۔

☆ دنیا میں آج تہذیب و تمدن کی فرمانروائی ہے تو ان ممالک کی جو غیر اسلامی ہیں۔ آپ اگر ایسے حیوان کو دیکھیں جو زبان بولتا ہو تو سفید چمڑی والے کی' لہجہ اختیار کرتا ہو تو انگریز کا' لباس

پہننا ہو تو فرنگی کا‘ رسم و رواج کا پابند ہو تو دوسروں کا‘ تو سمجھ لیجئے کہ یہ مسلمان ہے۔ آج کے مسلمان کے بیڈروم اس وقت تک نہیں سج سکتے جب تک ان پر غیر اسلامی معاشروں کی چھاپ نہ ہو۔ اس کے ڈرائینگ روم اور باتھ روم میں داخل ہوں تو معلوم ہوتا ہے جیسے پیرس و نیویارک کی کوئی بلڈنگ ہے۔ اور تو اور جب تک کھانستے اور چھینک مارتے کوئی وہ الفاظ منہ سے نہ ادا کرے جو غیر اسلامی نظریات کے حامل افراد کرتے ہیں تو ایسا غیر مہذب قرار پائے جسے آداب کی ہوا تک نہیں لگی۔ اس کے بچے منہ سے جو اولیں الفاظ نکالیں وہ ''ممی'' اور ''ڈیڈی'' ہوں ورنہ کہنے والے کہیں گے کہ او جی آپ کے بچے تو بس وحشی کے وحشی ہیں۔

☆ اس وقت دنیا کے وہ علاقے جہاں کسی نہ کسی طور جنگ ہو رہی ہے یا جو قتل و غارت اور استحصال کی زد میں ہیں وہ صرف اور صرف مسلمان ممالک ہیں۔ فلسطین ہو یا افغانستان‘ عراق ہو یا کشمیر‘ شام ہو یا سوڈان گھر لٹ رہا ہے تو مسلمان کا اور گت بن رہی ہے تو اسلام کے پیروکار کی۔ حقیقت میں آج بڑی طاقتوں نے مسلمان ممالک کو اپنی تجربہ گاہیں بنا رکھا ہے۔ جہاں وہ اپنے نت نئے تیار کردہ توپ و تفنگ کی کارکردگی کو آزماتے ہیں۔ ارزانی ہے آج کی دنیا میں تو خونِ مسلم کی اور ویرانی ہے تو عصمتِ مسلماں کی۔

☆ علامت کے طور پر اگر آپ نے آج کے مسلمان کی ذلت و رسوائی کو جانچنا ہو تو بس دنیا کے متمول ترین عربوں کا مٹھی بھر اسرائیلیوں سے پٹنا دیکھ لیں۔ بیچاروں کی حالت ان لاکھوں جانوروں سے مختلف نہیں جو ڈربے میں بند ہوں اور ان کا مالک جب چاہے ان کو ہانک کر کبھی ایک کونے میں اکھٹا کر دے اور کبھی دوسرے میں‘ بے بس و بے زبان۔

☆ حالیہ سالوں میں تو امتِ مسلمہ پر گویا مظالم کے پہاڑ ٹوٹ گئے۔ ایک صاحبِ دل دورِ حاضر کے عالمِ اسلام کی حالت کا نقشہ یوں پیش کرتے ہیں:

''امتِ مسلمہ کو آگے پیچھے‘ اوپر نیچے‘ دائیں بائیں غرض تمام اطراف سے اغیار و اعداء نے گھیرا ہوا ہے۔ یہ جنگ کے سرد و گرم پاٹوں کے درمیان پس رہی ہے۔ اس کے افراد‘ مقدس

مقامات اور دینی شعائر ہر جگہ ظلم وستم، استہزاء اور بے حرمتی کا شکار ہیں۔اس وقت کرۂ ارض پر عالمِ اسلام کی مثال اس قریب المرگ مردِ بیمار کی سی ہے جو اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا ہو۔جب میں اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں اس کا کوئی عضو بھی صحیح سالم نہیں پاتا۔وہ زخموں سے چور چور ہے۔سر سے لیکر پاؤں تک خون میں لت پت ہے۔ ہر طرف آنسو ہی آنسو، آہیں اور سسکیاں ہیں۔اس پچھاڑے ہوئے جسم کو بھی گولیاں چھلنی کر رہی ہیں۔اس پر آگ برسائی جا رہی ہے۔ گولہ باری ہو رہی ہے۔میزائل داغے جا رہے ہیں۔ٹینک آگ اگل رہے ہیں۔ٹارگٹ صرف اور صرف عالمِ اسلام کا مجروح جسم ہے۔''

حقیقتِ بربادیٔ مسلم

دورِ خلافتِ راشدہ میں مسلمانوں کو اتنا عروج حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تک ان کے شاملِ حال اور آج مسلمانانِ عالم پر اس لئے اقوامِ عالم غلبہ حاصل کئے ہوئے کہ امتِ مسلمہ نصرتِ ایزدی سے محروم ہے۔ثریا سے آسماں نے مسلمانوں کو تحت الثرا پر دے مارا تو ظاہر ہے ان سے کوئی خطا ہوئی ہے۔آئیں، دیکھیں، اسلام پر کیا گزری؟

زوالِ بندۂ مومن بے زری سے نہیں

نقشۂ عالم پر نظر دوڑائیں، بار بار دوڑائیں، ایک پہلو بڑا نمایاں کہ کائنات کے خالق و مالک نے اسلامی دنیا کو کرۂ ارض کے عین وسط میں جگہ دی ہے۔اسلامی دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے کہ جو قطب شمالی اور قطب جنوبی کی حدود میں واقع ہو۔اس کے برعکس غیر مسلم دنیا کے کئی اہم ممالک بمثل روس، ناروے، ڈنمارک، آسٹریلیا وغیرہ قطبین میں یا ان کے قرب وجوار میں پھینکے ہوئے ہیں۔نتیجہ کے طور پر دنیا بھر کی بری، بحری اور فضائی شاہرائیں دنیائے اسلام سے ہو کر گزرتی ہیں۔اسلامی دنیا میں دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں آفتاب ومہتاب کی کرنیں کہیں نہ کہیں جلوہ گر ہوتی ہیں۔نتیجۃً ہر قسم کی فصل، سبزی اور پھل سال کے بارہ مہینوں میں کہیں نہ کہیں پیدا ہو رہے

ہوتے ہیں۔سنہری ریشہ (Gold Fiber) یعنی پٹ سن اور نقرئی ریشہ (Silver Fiber) یعنی کپاس، چائے، پام آئل وغیرہ تو مناپلی کی حدتک اسلامی دنیا میں فراہم ہیں۔سندھ طاس اور دریائے نیل جیسے آبپاشی کے عظیم نظام بھی اسلامی دنیا میں پائے جاتے ہیں۔آب وہوا کے سازگار ہونے کی بناء پر ہر قسم کے مویشی، چرند پرند مسلم دنیا میں ملتے ہیں۔پھرآج کی دنیا کا سب سے بڑا ہتھیار یعنی معدنی تیل تو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح مسلم دنیا کا مقدر ہے۔کوئلے، لوہے تانبے وغیرہ کے وسیع ذخائر بھی دنیائے اسلام میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔قدرتی وسائل کی اس قدر فراوانی ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کمی کس چیز کی؟

شاید کوئی سمجھے کہ مسلم دنیا میں افرادی قوت کی کمی ہے۔لیکن واقعات کی دنیا میں صورتِ حال مختلف ہے۔افرادی قوت کی اس قدر فراوانی کہ دنیا کی آبادی میں کم وبیش ہر چوتھا فرد مسلمان ہے۔مسلم آبادی کا پھیلاؤ بھی اس قدر وسیع کہ دنیا کا بمشکل ہی کوئی ملک اور جزیرہ ایسا ہو گا جہاں مسلمان آباد نہیں۔اَن گنت ممالک کی آبادی تو سو فیصد مسلمان ہے۔ٹیکنالوجی میں مسلمان پسماندہ ہیں تو اس لئے نہیں کہ مسلمانوں میں صلاحیت کی کمی ہے۔سسٹم کی خامی ہے ورنہ مسلم سائنس دان جب غیر مسلموں کے ساتھ مطلوبہ سسٹم میں کام کرتے ہیں تو کسی سے کم نہیں بلکہ بسا اوقات رہنمایانہ کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ایسے ہی افراد نے تو امتِ مسلمہ کو ایٹمی طاقتوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔اس قدر فراواں اور اہل افرادی قوت تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کمی کس چیز کی؟

یہ بھی گمان کیا جاسکتا ہے کہ شاید اسلامی دنیا میں سرمائے کی کمی ہو۔لیکن سرمائے کے اعتبار سے بھی مسلمان دنیا میں کسی سے کم نہیں۔ بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ دنیا بھر کے بینک، فیکٹریاں اور کارخانے خشک ہو جائیں اگر مسلمان ممالک اپنا سرمایہ واپس لے لیں۔اب تو مغربی ممالک نے اوپیک ممالک کے مہیا کردہ سرمائے کو استعمال کرتے ہوئے خود اپنا سرمایہ بھی پیدا کر لیا ہے لیکن آج بھی ان ممالک کی معیشت کا زیادہ تر دارومدار اس سرمائے پر ہے جو مسلم ممالک

بالخصوص اوپیک ممالک کا فراہم کردہ ہے۔آج جو رونقیں مغربی ممالک میں نظر آ رہی ہیں یہ اسی سرمائے کی ریل پیل ہے جو ایک وقت میں اوپیک ممالک نے ان ممالک کو مہیا کیا یا محکوم ممالک سے لوٹا گیا۔سانحہ یہ ہوا کہ جس طرح ایک عام فرد اپنی بچت کو غیر محفوظ سمجھ کر اکثر و بیشتر بینک میں رکھتا ہے' اوپیک ممالک کی نااہلی کہ وہ اپنے بے حد و بے کنار سرمائے کی حفاظت خود نہ کر پائے اور انہوں نے مغربی ممالک کے ایسے بینکوں میں اپنا سرمایہ جمع کرایا کہ جن کا وجود تک مسلمانوں کے فراہم کردہ سرمایہ کا مرہونِ منت ہے۔یوں مہیا کردہ سرمائے کا ایک وافر حصہ تو ان مغربی ممالک نے اپنے ہاں اشیائے ضروریہ کی پیداوار بالخصوص عسکری آلات بنانے میں استعمال کیا۔مسلم ممالک کے فراہم کردہ خام مال سے ہی تیار کردہ یہ اشیائے ضروریہ پھر فروخت بھی زیادہ تر مسلم ممالک کو ہی کی جاتی ہیں اور یہی راز ہے مغربی ممالک کے ترقی یافتہ اور خوشحال ہونے کا۔سوختہ بختی اوپیک ممالک کے فراہم کردہ سرمائے کے باقی حصے کو پاکستان جیسے پسماندہ ممالک کو ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے اداروں کے ذریعہ بطور قرض دے کر ایک تو ان ممالک کو زیر بار رکھا جاتا ہے اور دوسرے قرض دیئے گئے سرمائے کا سود وصول کر کے وہی رقم اوپیک ممالک کو ان کے سرمائے کے سود کے طور پر ادا کر دی جاتی ہے۔اوپیک ممالک کا اصل سرمایہ تو انویسٹ کیا ہوتا ہے۔یوں پاکستان جیسے غریب ملکوں کی معیشت بھی سودی ہے تو اوپیک ممالک جیسے امیر ملکوں کی معیشت بھی۔مسلم دنیا میں سرمائے کی جب اسقدر فراوانی' کہ غیر مسلم دنیا بھی اسی پر فرحاں و نازاں ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کمی کس چیز کی؟

محض قدرتی وسائل' افرادی قوت اور سرمائے کی فراوانی ہی امتِ مسلمہ کا اعزاز نہیں قرآن وسنت کی شکل میں وہ عظیم خزانہ بھی امتِ مسلمہ کے پاس ہے کہ جس کے ذریعہ سے نوع انسانی کا رابطہ اپنے خالق سے جڑتا ہے۔انسان فطرت کی فیکٹری کا پروڈکٹ ہے اور کسی بھی فیکٹری پروڈکٹ کے صحیح استعمال کے لئے ہدایاتی بروشر کی ضرورت ہوتی ہے۔قرآنِ مجید جیسا عظیم تر صحیفہ جو انسان کی بہتر اور فطری نمود و نمائش کا ضامن ہے جب امتِ مسلمہ کے پاس ہے تو

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کمی کس چیز کی؟

کمی بہرحال واقع ہوئی اور آج ہے۔ آئیں پتہ کریں۔

کمی واقع ہوئی تو کیسے؟

ہمارے اس سوال کا جواب اس ایک بات میں مضمر ہے کہ جب آگ دورِ خلافتِ راشدہ میں جلاتی تھی تو آج بھی جلاتی ہے۔ پانی دورِ خلافت راشدہ میں اگر پیاس بجھاتا تھا تو آج بھی بجھاتا ہے۔ دین ہی کے معاملہ میں ایسا کیوں ہے کہ جو برکات اس وقت کے اختیار کردہ اسلام سے مسلمانوں کو حاصل تھیں' آج کے اختیار کردہ اسلام سے ہم مسلمانوں کو حاصل نہیں؟ وجہ صرف ایک ہی ہے کہ آج جس دین کو ہم اپنائے ہوئے ہیں وہ معیاری دین سے کم تر ہے۔ یہ کم تر ہونے کا بھی پتہ چلا تو اس لئے کہ خوش قسمتی سے قرآن وسنت پر مبنی دین...... دینِ اسلام آج بھی ہمارے ہاں من وعن موجود ہے۔ ہمارے آج اختیار کردہ دین کا مقابلہ اگر قرآن وسنت کے دین سے کیا جائے تو ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ بالفاظِ دیگر دینِ حق میں تو کمی نہیں آئی' کمی آئی ہے تو ہمارے عمل میں یا عملاً اختیار کردہ دین میں۔ ہوا کیا؟ اسے ایک مثال سے سمجھیں۔

پانی اور دودھ دونوں انتہائی مفید مشروب ہیں۔ پانی عین زندگی ہے تو دودھ صحت و توانائی۔ دودھ کی مقررہ مقدار میں اگر کچھ پانی ملا دیا جائے تو یوں پیدا ہونے والا مشروب بھی ایک حد تک مفید رہتا ہے۔ تاہم دودھ کی اس مقررہ مقدار میں مزید پانی ملاتے ہی جائیں تو ایک نقطے پر پہنچ کر پیدا ہونے والا مشروب صحت کیلئے مضر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دین کے معاملہ میں بھی اسی سے ملتا جلتا عمل پوری انسانی تاریخ پر کارفرما رہا ہے۔ دین میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کمی آتی رہی' تبھی تو پیغمبروں کی بار بار بعثت اور صحیفوں کی بار بار تنزیل کی ضرورت پڑی۔ ایک پیغمبرؑ آتا تھا' رواں دواں باطل نظام کو بقدر استطاعت درست کر کے چلا جاتا تھا۔ عظیم تو تھا ہی بڑا مشکل کام تھا جو انبیاءؑ و رسلؑ نے کیا۔ جمے جمائے نظام ٹھنڈے پیٹوں کب گوارا کرتے ہیں کہ کوئی آئے اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ مقابلہ ہوتا رہا اور حقیقت میں خوب' قرآنِ مجید کا ایک بڑا حصہ اسی

لئے معرکۂ ہائے حق و باطل پر مشتمل ہے۔ ہوتا یہی رہا کہ پیغمبرؑ کے واپس جاتے ہی باطل دھیمے دھیمے سرائیت کر کے رواں دواں نظامِ عدل وقسط کو پھر باطل شناس کرتا۔ جب بھی دینِ حق میں باطل اسقدر مل جاتا کہ دین' بے دینی کی شکل اختیار کرنے کو ہوتا یا بالفاظِ دیگر نافع ہونے کی بجائے مضر ہونے کو ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایک دوسرا نبیؑ مبعوث فرما دیتا۔ دین میں یوں بار بار کمی آنے اور بار بار اس کمی کو پر کرنے کی یہ مشق جاری رہی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرحلہ پر پہنچ کر قرآنِ مجید کی شکل میں گلوبل اور دائمی ہدایات دے کر سلسلۂ نبوت کو بھی منقطع کر دیا تو سلسلۂ تنزیلِ کتب کو بھی۔ سلسلۂ نبوت تو ختم ہو گیا لیکن وقت کے ساتھ لوگوں کے دین میں عملاً کمی آنے کا عمل تو فطری تھا' لہٰذا لازم تھا کہ کوئی انتظام ایسا کیا جاتا کہ وقت گزرنے کے ساتھ دینِ حق میں عملاً واقع ہونے والی کمی کو پورا کیا جاتا رہے۔ بنابریں آخری رسولؐ کی بعثت و رحلت کے بعد دینِ حق کو اپنی اصل پر قائم و دائم رکھنے کا فریضہ اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے سپرد کر دیا۔ قرآنِ مجید میں آیا:

''اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک ''امتِ وسط'' بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو'' (بقرۃ:143)

جس ساخت اور جس معیار پر دینِ حق رسولؐ نے ''امتِ وسط'' کے سپرد کیا تھا' امت کا فرضِ منصبی تھا کہ وہ دینِ حق کو مقدور بھر اسی ساخت و معیار پر قائم و دائم رکھتی۔ ایسا وہ نہ کر پائی۔ دینِ حق میں عملاً بتدریج کمی آتی رہی۔ خلافتِ راشدہ سے ملوکیت' ملوکیت سے طوائف الملوکی' طوائف الملوکی سے غلامی' غلامی سے آج مغلوبیت۔ حضرت موسیٰؑ وعیسیٰؑ کا دین اسلام ہی تھا۔ ان کے جانے کے بعد ان کی امتیں...... یہود و نصاریٰ دینِ حق کی ساخت و معیار کو قائم نہ رکھ سکیں تو تاریخ نے ان کے زوال و مسخ شدہ ادیان کو یہودیت و نصرانیت کا نام دیا۔ حالات نے اگر پلٹا نہ کھایا تو آئندہ کا مؤرخ ہم مسلمانوں کے آج کے اختیار کئے ہوئے دین کو غالباً ''مغلوبیت'' کا نام دے گا۔

کمی واقع ہوئی تو کیا؟

مجموعی طور پر جو کمی واقع ہوئی تو یہ کہ دورِ خلافت کو دورِ ملوکیت میں بدل دیا گیا۔ یہ بدلنا'

عظیم سانحہ اور ہمالہ قد تبدیلی تھی۔ دورِ خلافت تھا تو دینِ حق پر من وعن عمل ہوتا تھا' دورِ ملوکیت کے وارد ہونے کا' ظاہر ہے' مطلب ہی یہ تھا کہ اختیار کردہ دین میں کوئی کمی واقع ہوئی۔ یہ کمی کا وارد آ ہونا اصل میں دینِ حق کا عملاً تیا پانچہ کرنا تھا۔ مسلمانوں کو پورے کا پورا دین اختیار کرنے کا حکم ہے' کمی والے دین یا آدھے پونے دین کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک عذاب کی شکل ہے۔ قرآنِ مجید میں آیا:

''تو کیا تم کتاب کے کچھ حصوں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو'' (بقرۃ:85)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دورِ ملوکیت نے دورِ خلافت کی جگہ لی تو دینِ حق میں وہ کونسی کمی واقع ہوئی کہ جو نتائج کے اعتبار سے اس قدر مہلک ثابت ہوئی کہ بالآخر آنے والی مسلمان نسلوں کو ذلت ورسوائی سے دوچار کرنے کا موجب بنی۔ بڑی کمی تو ایک ہی واقع ہوئی۔ دورِ خلافتِ راشدہ میں ''قانون'' قرآن وسنت پر مبنی تھا جس پر بندے باہمی مشورے سے عمل پیرا تھے۔ دورِ ملوکیت میں بندوں کی خواہشات بطور قانون در انداز کر آئیں اور باہمی مشورے کا نظام بھی درہم برہم ہو گیا۔ اس بڑی کمی کے نتیجہ کے طور پر دینِ حق میں چار سقم ایسے پیدا ہو گئے کہ جن کی دینِ اسلام یا نظامِ خلافت میں حیثیت یوں جیسے ایک کمرے کی چار دیواریں۔ ایک دیوار بھی منہدم ہو جائے کمرہ کھنڈر کا روپ دھار لیتا ہے۔ دو دیواریں پھر تین دیواریں اور اگر چاروں دیواریں ہی مسمار ہو جائیں تو چھت فرش پر گر کر یوں شکل اختیار کر جاتی ہے کہ جیسے وہاں پر کمرہ تھا ہی نہیں یا تھا تو کسی گزرے ہوئے وقت میں۔ عملاً دینِ حق میں جو چار سقم واقع ہوئے' آئیں' دیکھیں وہ کیا ہیں۔

ا۔ قرآن وسنت اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ایک وقت پر دنیائے اسلام میں دو یا دو سے زیادہ حکمران مسلط ہوں۔ یہی وہ پہلا انتظامی فیصلہ تھا جسے خود السابقون الاولون نے

رسول ﷺ کی رحلت کے بعد اور انہیں سپردِ خاک کرنے سے پہلے ثقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس میں کیا۔ دورِ ملوکیت کا آغاز ہوا ہی تو اس وقت جب خلیفہ نہ رہا اور نظامِ خلافت کو درہم برہم کر دیا گیا۔ بیعت کے ذریعے حکومت بنانے کی بجائے، حکومت کے ذریعہ بیعت ہونے لگی۔ اسی موڑ سے خاندانی بادشاہتوں کا سلسلہ چل نکلا۔

۲۔ خلیفۃ المسلمین کا وجود نہ رہا تو دیر بعد ہی سہی، مرکزیت کے ختم ہونے سے امتِ مسلمہ کا وجود بھی نہ رہا۔ امت اقوام...... مصری قوم، یمنی قوم، ایرانی قوم...... میں تحلیل ہو گئی۔ زیرِ آسماں آج امتِ مسلمہ کا وجود کہیں نہیں حالانکہ درج ذیل فرائضِ دین کی ادائیگی صرف امت کی سطح پر ہی ممکن ہے:

☆ اسلام لازم قرار دیتا ہے کہ اقوامِ عالم کی قیادت امتِ مسلمہ کے ہاتھ میں ہو۔ قرآن میں آیا:

''اب دنیا میں وہ ''خیرِ امت'' تم ہو جسے انسانوں کی قیادت و ہدایت کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو'' (آلِ عمران: 110)۔

دورِ خلافتِ راشدہ میں جب امتِ مسلمہ کا وجود قائم تھا، دنیا کی قیادت بھی مسلمانوں کے پاس تھی۔ امتِ مسلمہ کا وجود ختم ہوتے ہی یہ قیادت اغیار کے پاس چلی گئی اور آج تک انہی کے ہاتھ میں ہے۔

☆ عالمی سطح پر فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جیسے کہ مذکورہ آیۂ مبارک (آلِ عمران: 110) میں ذکر ہوا امتِ مسلمہ کے فرائضِ منصبی میں سے ہے۔ یہ فرضِ منصبی نہیں ادا ہو رہا تو اس لئے کہ امت کا خود وجود نہیں۔

☆ نظامِ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا قیام بطریقِ احسن امتی سطح پر ہی ممکن ہے۔ اسلام میں قیامِ صلوٰۃ کا مطلب ہے کہ دارالخلافہ کی مرکزی مسجد میں خلیفۃ المسلمین خود امامت و خطابت کے فرائض ادا کرے اور باقی اسلامی دنیا کے آئمہ و خطباء اپنی اپنی مسجد میں خلیفۃ المسلمین کے نمائندے ہوتے

ہوئے امامت بھی کریں تو اپنے اپنے علاقے کی قیادت بھی انہی کے ہاتھ میں ہو۔ بالفاظِ دیگر جیسے خلیفۃ المسلمین امامتِ صغریٰ (نماز کی امامت) کا بھی امام ہوتا ہے اور امامتِ کبریٰ (خلافت) کا بھی اسی طرح ہر مسجد کا امام امامتِ صغریٰ اور امامتِ کبریٰ دونوں پر متمکن ہو۔ ایسا آج نہیں ہو رہا تو اس لئے کہ خلیفہ کا وجود ہے نہ امت کا۔ نظامِ زکوٰۃ کے لئے بیت المال کا ہونا ضروری ہے اور بیت المال ظاہر ہے امتی سطح کا ادارہ ہے۔

☆ سلسلۂ نبوت منقطع ہونے کے بعد امتِ مسلمہ کے فرائضِ منصبی میں سے ایک اہم فرض قرآن وسنت کی تعلیمات کو دنیا والوں بالخصوص غیر مسلموں تک پہنچانا ہے۔ قرآنِ مجید میں آیا:

''تم میں سے کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں' بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں......'' (آلِ عمران: 104)۔

یعنی نظامِ خلافت میں ایک ایسی منسٹری ہونی چاہئے کہ جو یہ دعوتِ دین کا کام کرے۔ ظاہر ہے یہ امتی سطح کا کام ہے۔

۳۔ ہمارے اختیار کردہ دین میں ایک اور یعنی تیسرا بڑا سقم واقع ہوا تو اس طرح کہ اولوالامر کا وجود نہ رہا۔ شرعی اولوالامر میں شامل تو وہ تمام اہلِ دانش واہلِ حل وعقد ہوتے ہیں جو کسی طور پر بھی ایسی پوزیشنوں اور ایسے عہدوں پر فائز ہوں کہ جہاں پالیسی امور طے ہوتے ہوں۔ خلیفۃ المسلمین کی حیثیت البتہ ان تمام میں مرکزی ہوتی ہے۔ خلیفۃ المسلمین ہی جب نہ رہا تو اولوالامر کا کیا سوال؟ حالانکہ اولوالامر وہ ادارہ ہے کہ جس نے قانون یعنی قرآن وسنت کی تعلیمات کو نافذ کرنا اور نظامِ خلافت کو چلانا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں قانون تو قرآن وسنت کی شکل میں آج بھی من وعن موجود ہے لیکن ہے شیلفوں اور الماریوں میں سجا پڑا اس لئے کہ جس ادارے نے اسے نافذ کرنا تھا' خود موجود نہیں۔

۴۔ دینِ اسلام میں چوتھا بڑا سقم جو عملاً واقع ہوا تو یہ کہ شوریٰ کا وجود نہ رہا۔ شوریٰ کا واحد کام قرآن وسنت کی روشنی میں ہر ایسی نئی پیدا ہونے والی صورتِ حال کے متعلق مشورہ دینا ہے کہ جس کے متعلق براہِ راست قرآن وسنت سے کوئی نص نہ ملے۔ بالفاظِ دیگر شوریٰ میں بھی خلیفۃ

المسلمین کی حیثیت مرکزی ہوتی ہے۔اسی وقت سے ہمارے ہاں شوریٰ کا وجود معدوم ہے جب سے کہ خلیفہ نہ رہا۔ بنابریں مرکزی سطح پر ہمارے ہاں اجتہاد کے عرصہ ہوا' دروازے بند ہیں۔

آج ہمارے ہاں نہ خلیفہ ہے نہ امت' نہ اولوالامر نہ شوریٰ جس دین کو آج ہم دینِ اسلام سمجھ کر اختیار کئے ہوئے ہیں وہ بے دینی کی ہی ایک شکل ہے۔ دینِ حق ہمارے ہاں ہوتا تو ہم اتحاد' اخوت' امن' عدل' خوشحالی اور غلبہ' دینِ حق جیسی برکات سے اسی طرح بہرہ ور ہوتے جیسے کہ دورِ خلافتِ راشدہ میں تھے۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں دور دورہ ہے آج تو بالترتیب انتشار' تعصب' بدامنی' ظلم' پسماندگی و درماندگی اور مغلوبیت و مرعوبیت کا۔ کیا تمام اقدار کا **180** درجے برعکس ہو جانا اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ جس دین کو آج ہم اپنائے ہوئے ہیں وہ قرآن و سنت کے مطابق نہیں۔ ہم پھر عین دورِ جہالت میں ہیں۔

اصل سبب

ایک مثال حاضر ہے۔ انسانی جسم میں اَن گنت اعضاء لیکن حکماء کی رائے میں ان اعضاء میں سے چار اعضاء یعنی دل' دماغ معدہ اور جگر کی حیثیت اعضائے رئیسہ کی ہے۔ ان اعضائے رئیسہ میں سے ایک جز بھی اگر جزوی طور پر متاثر ہو جائے تو متعلقہ انسان اسی نسبت سے بیمار ہو جاتا ہے اور ان اعضاء میں سے اگر کوئی بالکل ہی ناکارہ ہو جائے تو اسی کا نام موت ہے۔ یہ تو محض ایک جزو کے متاثر ہونے کی بات ہے اگر کسی شخص کے چاروں اعضائے رئیسہ ہی ناکارہ ہو جائیں تو اندازہ لگائیں نتیجہ کیا ہوگا؟

دینِ حق میں بھی چار اجزائے ترکیبی یعنی منصبِ خلافت' امت' اولوالامر اور شوریٰ کو اجزائے رئیسہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ان اجزائے رئیسہ میں سے کسی ایک کو بھی اگر عملاً دینِ حق سے خارج کر دیا جائے تو اختیار کردہ دین میں اسی قدر کمی واقع ہو جاتی ہے۔ محض ایک جزو کی کیا بات دورِ ملوکیت وارد ہوتے ہی مذکورہ چاروں اجزائے ترکیبی کو مفلوج کر دیا گیا یا ویسے ہی ان کا وجود نہ رہنے دیا گیا۔ ملوکیت کا مطلب ہی خلیفہ کے منصب کو ختم کرنا تھا۔ اسی طرح' جیسے کہ اوپر

ذکر ہوا امت، اولوالامر اور شوریٰ کا وجود تک ختم کر دیا گیا۔ آج جس دین کو ہم اختیار کئے ہوئے ہیں، نہ اس کا اصل ڈھانچہ قائم نہ روح موجود، بنابریں درج ذیل نتائج ہمارا مقدر ٹھہرے۔

ملوکیت کا خاصہ طوائف الملوکی ہے۔ جب دینِ حق کا ڈھانچہ ہی ہم برقرار نہ رکھ سکے تو ''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' کے مصداق قوتِ ایمانی، قوتِ ایمانی سے ٹکرا گئی۔ بار بار ٹکرائی اور آج تک ٹکرا رہی ہے۔ مسلمان، مسلمانوں سے ہی بھڑ گئے۔ امتِ مسلمہ منقسم ہوئی تو ٹکرانا لازمی تھا۔ وہ گھر نہیں چل سکتا جس میں دو چودھری ہوں۔ اسلامی دنیا پر تو بڑھتے بڑھتے آج ستاون حکمران مسلط ہیں۔ دورِ نبوت پر نگاہ دوڑائیں، مسلمانوں کے پاس مادی وسائل ہمیشہ کم رہے۔ غزوہ بدر ہی میں کفار و مشرکین کے پاس افرادی قوت بھی کئی گنا زیادہ تھی تو عسکری طاقت بھی۔ پھر مالی طور پر بھی لٹے پٹے اور نڈھال مسلمانوں کا مقابلہ جزیرۃ العرب کے امیر ترین اور بارسوخ قبائل سے تھا۔ بایں ہمہ جوں جوں وقت گزرتا گیا اسلام والے فتح پر فتح حاصل کرتے گئے حتیٰ کہ رسول ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں سرزمینِ عرب پر چھا گئے۔ وجہ اس کی صرف ایک تھی۔ کفار و مشرکین کے پاس سب قوتیں تھیں، اگر نہیں تھی تو قوتِ ایمانی۔ مسلمانوں کے پاس نہ صرف قوتِ ایمانی تھی بلکہ قوتِ ایمانی کے ذریعہ سے کمائی ہوئی نصرتِ ایزدی بھی۔ دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد کے ادوار میں یہی منفرد اعزاز یعنی قوتِ ایمانی، قوتِ ایمانی سے ٹکرا کر بے اثر ہوتی رہی۔ دورِ خلافتِ راشدہ کا اختتام ہوا ہی اس وقت جب مسلمان مسلمانوں کے خلاف ہی صف آرا ہو گئے۔ ایران و عراق اور عراق و کویت جیسی چپقلشیں اسی سلسلہ کی کڑیاں تو تھیں۔ حالیہ امریکہ افغان کشمکش میں طاغوت تو سپر طاقت ہونے کے باوجود اتحادیوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھ رہا ہے لیکن شومیٔ قسمت، مسلم ممالک میں سے دو بھی اکٹھے ہو کر جدوجہد کرنے کو تیار نہیں۔ کیوں محروم نہ ہوں ہم نصرتِ ایزدی سے؟ یہی اصل وجہ ہے ہمارے زوال کی۔ حالانکہ ایسی صورتِ حال سے بچنے کی برملا ہی نہیں بروقت تنبیہ کر رکھی ہے ربِ کائنات نے۔ فرمایا:

''اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم ضعف کا شکار ہو جاؤ گے اور

تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ صبر کا دامن تھامے رہنا یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے‘‘
(انفال:46)

سوختہ بختی‘ ان احکامات کو ٹھکرا کر بے صبرے ہوئے ہم تو اس قدر کہ ایک خلیفہ پر اکتفاء نہ کیا اور بٹتے ہی چلے گئے۔ پوچھتا ہوں‘ کیوں ہم عمل نہ کر پائے درج ذیل ارشادات پر؟

جو شخص تمہارے پاس آوے اور تم سب ایک شخص پر جمے ہوں اور وہ چاہے تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی کرنا تو اس کو مار ڈالو۔‘‘ (مسلم)

’’قریب ہیں فتنے اور فساد پھر جو کوئی چاہے اس امت کے اتفاق کو بگاڑنا تو اس کو تلوار سے مارو خواہ کوئی بھی ہو۔‘‘ (کتاب الامارت: مسلم)

آپؐ نے یوں بھی فرمایا:

’’جب دو خلیفہ سے بیعت کی جاوے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی ہو اسے مار ڈالو‘‘
(اس لئے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے) (مسلم)

دینِ اسلام اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا نام ہے۔ جب ہم نے اللہ و رسولؐ کی نہ مانی تو دین کیسا؟ آج ہم نام کے مسلمان تو ہیں‘ مومن نہیں۔ حالانکہ ہمارا دنیا میں بطور غالب قوت کے ہونا ہمارے مومن ہونے سے مشروط تھا۔ قرآن میں آیا:

’’(مسلمانو) مومن ہوئے تو تم ہی غالب رہو گے۔‘‘ (آلِ عمران: 139)

نتائج و اثرات

ملوکیت کے وارد ہونے اور قوتِ ایمان کا قوتِ ایمان سے ٹکرانے کا مطلب ان تمام قربانیوں اور محنتوں کو تہہ تیغ کرنا تھا جو دورِ نبوت میں کی گئیں۔ نظامِ خلافت نہ رہا تو ہوا کا رخ بدل گیا۔ جبری بیعت کو رائج کیا گیا۔ موروثی بادشاہت کی بنیاد رکھ دی گئی۔ راعی اور رعایا کے درمیان دیواریں حائل کر دی گئیں۔ سیاست کو شریعت سے ماوراء اور قانونِ الٰہی کو بندوں کی خواہشات کا پابند کر دیا گیا۔ آج ہم تک پہنچتے پہنچتے وہ برکات 180 درجے برعکس ہو چکیں جو دورِ خلافتِ راشدہ

کے مسلمانوں کو حاصل تھیں۔ غلبہ کی بجائے مغلوبیت' امن کی بجائے بدامنی' عدل کی بجائے ظلم' خوشحالی کی بجائے پسماندگی ودرماندگی اور عروج کی بجائے زوال ہمارا مقدر ٹھہرا۔

دورِ ملوکیت کے آدھمکنے سے جو بہت بڑا گزند پہنچا تو یہ کہ خلافت کے وحدتی نظام کو سیاسی اور مذہبی یعنی دو دوائر میں تقسیم کر دیا گیا۔ پانی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہ دو گیسوں یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ تبدیلی جو واقع ہوتی ہے تو اس قدر متضاد اور برعکس کہ پانی تو آگ کو بجھاتا ہے جب کہ آکسیجن دوسری اشیاء کو جلاتی ہے اور ہائیڈروجن خود جلتی ہے۔ یہی ہوا اسلام والوں کے ساتھ۔ خلیفۃ المسلمین پوری اسلامی مملکت کا امام ہوتا تھا تو مسجدِ نبویؐ کا امام و خطیب بھی۔ ملوکیت کے وارد ہوتے ہی اہلِ سیاست علیحدہ ہو گئے تو اہلِ مذہب یعنی علماء وفقہا حضرات علیحدہ۔ حکومتی ایوانوں اور دارالعلوموں میں تعاون کم' تصادم زیادہ کی صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ مرکز میں شوریٰ کا وجود رہتا تو اجتہاد وفقہ سازی وہی کرتی۔ ایسا نہ ہو پایا تو فقہ کا عظیم کام خود تقسیمِ دین کا روپ دھار گیا۔ شومئ قسمت' کئی مذاہب معرضِ وجود میں آ گئے۔ اگر درۂ عمرؓ یعنی نظامِ خلافت قائم رہتا تو آج ہمارے ہاں کے پائے جانے والے مسلکی فرقے کبھی نہ بنتے۔ ہمارے ہاں اصل میں سیاسی تقسیم پہلے ہوئی ہے اور اس تقسیم کے نتیجہ کے طور پر مذہبی فرقے وجود میں آئے ہیں۔ سیاسی تقسیم ہو یا مذہبی' سو بات کی ایک بات ہم مسلمان زوال پذیر ہوئے تو اس وقت جب ایمانی قوت' ایمانی قوت سے ہی ٹکرا گئی۔ اسلامی دنیا ایک خلیفہ کی سرکردگی میں رہنے کی بجائے متعدد حکمرانوں میں منقسم ہو گئی۔

ردِ عمل

اس میں کیا شک کہ نظامِ خلافت کی بساط لپیٹ کر نظامِ ملوکیت کو آ وارد کرنا نہ صرف ایک بھیانک اور ہولناک تبدیلی تھی بلکہ ہمارے زوال کی بنیادی وجہ بھی۔ پھر یہ تبدیلی اس وقت ہوئی جب صحابہؓ کی ایک خاصی تعداد باحیات تھی۔ ظاہر ہے ایسے میں مزاحمت کا ہونا ایک لازمی امر تھا۔ مزاحمت ہوئی تو حقیقتاً اس قدر کہ تاریخِ انسانی میں اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ حادثۂ

کربلا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ یعنی تبدیلی کی نزاکت کو محسوس کیا تو سب سے زیادہ خانوادۂ رسول ﷺ ہی نے۔ بڑے نواسۂ رسول ﷺ نے اس تبدیلی کی مزاحمت کی تو اس طرح کہ خود قربانی دی لیکن گوارا نہ کیا کہ ایک وقت میں اسلامی دنیا میں دو حکمران ہوں۔ چھوٹے نواسۂ رسول ﷺ نے تو خاندانِ نبوت کا ایک ایک قطرہ بہادیا لیکن جبری بیعت والے ماحول میں سانس لیتے رہنا گوارا نہ کیا۔ رواں دواں تحریکِ مزاحمت کو ایک طرف مدینہ میں امام مالکؒ کی تو کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کی تائید وحمایت حاصل تھی۔

یہ مزاحمتی کوششیں دورِ خلافت کے بعد کوئی ڈیڑھ سو سال تک جاری رہیں لیکن تمام کی تمام چونکہ نجی حیثیت میں اور بوجوہ غیر منظّم تھیں اس لئے شاہوں کے مقابلہ میں دم توڑ گئیں۔ بعدۂ اہلِ سیاست' اہلِ مذہب پر حاوی رہے تا آنکہ تقسیم در تقسیم ہو کر وہ خود اس قدر بے بس اور نڈھال ہو گئے کہ پوری امتِ مسلمہ بالآخر غلامی کی زنجیروں میں جکڑی گئی۔ خلیفہ یعنی منصبِ خلافت کا وجود تو حقیقتاً ملوکیت کے وارد ہوتے ہی ختم ہو گیا لیکن ملوک چونکہ حکمران تھے لہٰذا آخری دم یعنی 1924ء تک خود کو خلیفہ سے موسوم کرتے رہے بلکہ خطبۂ جمعہ میں اسی کا ورد کرتے رہے۔ پھر جیسا کہ وڈیرہ شاہی کا دستور ہے' ملوک نے سر توڑ کوشش کی کہ اہلِ مذہب کو سیاست سے دور رکھا جائے۔ عوام الناس تک میں یہ تاثر گہرا کر دیا گیا کہ علماء کا سیاست سے کیا تعلق؟ آج بھی ہمارے ہاں مدرسوں' دارالعلوموں وغیرہ میں علماء تیار کرنے کا جو سلیبس رائج ہے اس میں صوم وصلوٰۃ' پاکی وناپاکی وغیرہ کے مسائل تو تفصیل سے ملتے ہیں۔ اگر نہیں ملتے تو اس طرح کے مسائل کہ اسلامی طرزِ انتخاب کیا ہے؟ عوامی نمائندوں کے لئے قرآنی معیارِ اہلیت کیا ہے؟ ایک وقت پر اسلامی دنیا میں کیا دو یا دو سے زیادہ حکمران ہو سکتے ہیں؟ خلافت کا منصب کتنے دن خالی رہ سکتا ہے؟ دورِ خلافت نہ ہو تو کیا دورِ جہالت ہوتا ہے؟ اولوالامر کون ہوتے ہیں؟ شوریٰ کسے کہتے ہیں؟ اس کے فرائضِ منصبی کیا ہیں؟ کیا شوریٰ خلیفۃ المسلمین کے بغیر مکمل ہو سکتی ہے؟ آیۂ استخلاف کا کیا مفہوم ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ملوکوں اور اہلِ سیاست کی علماء وفضلاء کو سیاست سے ماوراء رکھنے کی کوششیں رنگ لائیں۔ حاملینِ منبر ومحراب آج خلافت کو یوں سمجھتے ہیں جیسے کہ کسی دوائی کا جنرک نام ہو۔ کچھ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں کی مسلمان حکومتیں' خلافت ہی کا تونعم البدل ہیں۔ کچھ کہتے ہیں خلافت کو اب قائم کرنا ہے ہی ناممکن' پہاڑ اور سمندر حائل ہو گئے چار پانچ درجن مسلمان ممالک کے درمیان۔ کچھ کہتے ہیں کہ خلافت کا قائم کرنا فرضِ کفایہ ہے' کسی ایک خطے میں اسلامی قانون نافذ ہو گیا تو بس فرض پورا ہو گیا۔ کچھ دوسرے کہتے ہیں کہ امام مہدی آئیں گے تو خلافت قائم کریں گے'اس کے لئے تگ ودو کرنا محض وقت کا ضیاع ہے۔کم ہی کسی نے سوچا کہ نہ خلیفہ نہ خلافت' نہ اولوالامر نہ شوریٰ' یہ کیسا دین ہے کہ جسے ہم اختیار کئے ہوئے ہیں؟ قرآن وسنت کیا معدوم ہو گئے کہ ہمیں اصل دین کا پتہ نہیں چل رہا؟ رسول ﷺ کا ارشادِ گرامی تو یہ کہ ''تین مسلمان سفر کریں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں'' پوری امت کے لئے کیا کسی امیر کی ضرورت نہیں؟ دین اگر محض رکوع وسجود اور تسبیح ومناجات کا نام ہے تو یہ کام تو فرشتے پہلے ہی کر رہے تھے' خلیفہ وخلافت کیلئے اللہ تعالیٰ کو ایک اور مخلوق کی ضرورت پڑی تو کیوں؟

یہ بھی نہ سوچا حاملینِ منبر ومحراب نے کہ نظامِ خلافت ہے ہی اسلام کا دوسرا نام۔ تعلیمات واحکامات اسلام اگر قرآن وکتب احادیث تک محدود رہیں تو محض فلسفہ اور ایک نظریہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ انہیں اسلامی نظریہ کہا جا سکتا ہے لیکن جب یہ تعلیمات واحکامات یعنی اسلامی نظریۂ حیات کسی خطۂ زمین میں عملاً نافذ کر دیا جائے تو یہی خلافت ہے۔ کاش یہی سوچا جاتا کہ رسول ﷺ نے جس اقامتِ دین کا عمر بھر کام کیا وہ کام تھا کیا؟ دورِ نبوت کے ایک طرف دورِ جہالت تو دوسری طرف دورِ خلافت۔ دنیا میں نبیٔ کائنات تشریف لائے تو دورِ جہالت تھا' دنیا سے تشریف لے گئے تو دورِ خلافت تھا' کیا قیامِ خلافت اور اقامتِ دین میں کوئی رتی بھر فرق ہے؟ اسلام اور نظامِ خلافت کیا ہم معنی اصطلاحات نہیں؟ خلافت کو آج ناممکن کہنے والے کیا یہی نہیں کہہ رہے ہوتے کہ اسلام پر عمل پیرا ہونا ناممکن ہے؟ خلافتِ راشدہ کے اٹھ جانے کے بعد

مسلمانوں کا نظامِ خلافت کو بھول جانا اور لمبی تان کر سو جانا ہمارے زوال اور آج ہماری جملہ مشکلات کا اصل سبب ہے۔ہم گناہگارانہ زندگی بسر کر رہے ہیں جب تک نظامِ خلافت کو پھر قائم نہ کر دیں اور پوری امتِ مسلمہ کو ایک جھنڈے تلے جمع نہ کر دیں۔

پس چہ باید کرد

وہی کیا جائے جو دورِ نبوت میں کیا گیا۔مرض اگر بے دینی ہے تو علاج دینِ حق ہے۔ دورِ خلافت نہ ہو تو دورِ جہالت ہوتا ہے۔ ہم عین دورِ جہالت میں ہیں۔کرنے کا ہنگامی کام یہ ہے کہ اس دورِ جہالت کو دورِ خلافت میں بدل دیا جائے۔یہی اسوۂ حسنہ ہے۔ یہی اقامتِ دین ہے۔محض نماز روزہ' کفن دفن جیسے مناسکِ عبودیت اختیار کر کے سمجھنا اقامتِ دین کا حق ادا ہو گیا بہت بڑی غلطی ہے۔نماز روزہ' حج عمرہ' کفن دفن' شادی بیاہ' طلاق' ختنہ وغیرہ جیسے مناسک تو تاریخ کے ورق الٹیں' کسی نہ کسی طور دورِ جہالت میں بھی ہوتے تھے۔

بڑی عظیم قوت ہے منبر ومحراب کی۔ حاملینِ منبر ومحراب اگر ایکا کر کے بحالیٔ خلافت کے یک نکاتی ایجنڈے کو لے کر آگے بڑھیں تو یقین جانیں''شبانی سے کلیمی دو قدم ہے''۔قابلِ عمل ایک راستہ یہ بھی ہے ہو سکتا ہے کہ او۔آئی۔سی کے موجودہ ادارے کو اَپ گریڈ کر کے اسے ادارۂ خلافت میں بدل دیا جائے یعنی موجودہ مسلم حکمران اپنے میں سے کسی ایک اہل تر کو خفیہ رائے دہی کے ذریعہ خلیفہ چن کر خود صوبوں (موجودہ اسلامی مما لک) کے گورنر بن جائیں۔تمام مسلم مما لک کو مدغم کر کے کرۂ ارض پر ایک عظیم تر اسلامی مملکت کو وجود میں لایا جائے جس کا نام''دارالسلام''اور آئین قرآنِ مجید ہو۔پوری اسلامی دنیا کے جملہ وسائل ایک خلیفہ کے ہاتھ میں مجتمع ہوتے ہی انشاءاللہ اسلام والے دنیا میں بالا اور امتِ مسلمہ بطور غالب قوت ابھرے گی۔دنیائے کفر متحد ہے اس کے مقابلے میں اسلام

والے بھی متحد ہو گئے تو زیرِ آسماں اس دھرتی کی کایا پلٹ جائے گی۔ جس رات او آئی سی میں ایسا فیصلہ ہو گیا' یقین جانیں اگلی صبح کا سورج اس دھرتی پر طلوع ہوگا جس میں ہر مسلمان کی رگوں میں خوشی بھرا خون رواں دواں ہوگا۔ بصورتِ دیگر یعنی علیحدہ علیحدہ اگر ایک ایک مسلم ملک نے متحدہ کفر سے مقابلہ کیا تو تا قیامت درج ذیل صورتِ حال رہے گی۔

''جو کافر ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر (مسلمانو) تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا'' (انفال:73)

زوال کی تشخیص ہوگئی' زمیں و آسماں منتظر ہیں تو علاج کے! کب اٹھیں گے خواب سے مردانِ گراں خواب؟

مصطفیٰؐ کے عہدِ زریں میں کوئی فرقہ نہ تھا
ایک بھی امت میں سنی ایک بھی شیعہ نہ تھا

اہم اعلان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم قارئین کرام! آپ احباب کو انتہائی مسرت کے ساتھ خوش خبری دی جاتی ہے کہ تحریک کے امیر ڈاکٹر نجم الدین صاحب کی تحریر کردہ تفسیر وترجمہ ''البرہان القرآن'' اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے چھپ چکا ہے اور تحریک کے دفتر بمقام B4 / 29' واپڈا ٹاؤن' لاہور اور ''مکتبہ قدوسیہ'' رحمان مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار لاہور میں موجود ہے جو حضرات خریدنا چاہیں وہ رابطہ کریں۔ شکریہ!

رابطہ نمبران: 7339377 - 0301، 4460487 - 0321

ہماری دیگر تصانیف

نام کتاب	مصنف	قیمت
کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	50روپے
کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	250روپے
جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)	چودھری رحمت علی	50روپے
خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)	چودھری رحمت علی	50روپے
اسلام پر کیا گزری؟	چودھری رحمت علی	15روپے
شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی	چودھری رحمت علی	20روپے
خلافت راشدہ	پروفیسر عبدالجبار شاکر	15روپے
عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام	چودھری رحمت علی	20روپے
قرار دِ مقاصد میں وائرس	مہندس محمد اکرم خان سوری	125روپے
انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت	ڈاکٹر نجم الدین	50روپے
الہ العالمین اور انسان	ڈاکٹر نجم الدین	250روپے

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 0300 - 8425428

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارُالسّلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584